واقعہ کربلا

پس منظر، حقائق اور نتائج

(حصہ اول)

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد: 4

حضرت امیر معاویہ سے خوشگوار تعلقات: 4

یزید کی تخت نشینی اور بیعت کی ناکام خواہش: 5

حاکم مدینہ ولید کا پیغام: 5

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مکہ روانگی: 5

حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مکہ روانگی: 5

عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کا خیر خواہانہ مشورہ: 6

حاکم مدینہ عمرو بن سعید اشدق: 6

عمرو بن زبیر کی مکہ کی طرف لشکر کشی: 6

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پیغام: 7

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پاس اہل کوفہ کے خطوط و وفود: 7

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام خط: 8

کوفہ کی صورتحال: 8

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط اور مبارک خواہشات: 8

کوفہ کی جانب سفر کا ارادہ اور محبین کے مشورے: 9

حالات کی تبدیلی: 9

نیا حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد: 10

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے ابن زیاد کا رویہ: 10

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا 70 سپاہیوں سے مقابلہ: 10

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے عہد شکنی: 10

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پیغام: 11

ارادے کی مضبوطی اور منزل کی جانب مسلسل سفر: 11

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت: 12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر جنہوں نے میدان کربلا میں اپنی اور اپنے خاندان والوں کی قربانی دے کر قیامت تک آنے والی امت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

دین اسلام کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے صبر واستقامت سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مستند واقعہ اختصار و جامعیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ہمیں اس بات کا خوب اچھی طرح احساس ہو کہ یہ دین ہم تک کتنی قربانیوں کے بعد پہنچا ہے۔ حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نے اس لیے پہنچایا ہے کہ اس پر عمل کیا جاتا رہے۔

شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد:

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، آپ رضی اللہ عنہ چھ ماہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور اُن کے ہاتھ پر خود بھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت امیر معاویہ سے خوشگوار تعلقات:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے عہد میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے انتہائی محبت بھرا تعلق رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ دونوں کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام فرماتے انہیں مرحبا کہتے اور قیمتی عطیات ان کی خدمت میں ہدیہ کرتے۔

یزید کی تخت نشینی اور بیعت کی ناکام خواہش:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ یزید نے اقتدار سنبھالتے ہی والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو میری بیعت کرنے پر مجبور کرو اور اس معاملے میں انہیں مہلت نہ دو۔

حاکم مدینہ ولید کا پیغام:

ولید نے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جاؤ حسین بن علی اور عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو میرے پاس لے آؤ! اس نے جا کر دونوں کو والی مدینہ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ چند جوانوں کے ساتھ ولید کے پاس پہنچے۔ولید نے یزید کا خط آپ کے سامنے رکھا۔ جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر تھی اور اپنی بیعت کی خواہش کا اظہار تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہار افسوس کیا اور بیعت والے معاملے کو فراموش کر دیا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مکہ روانگی:

دوسری طرف حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر راتوں رات مدینہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مکہ روانگی:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر شروع کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ سے مکہ کی طرف جارہے تھے تو

راستے میں عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ ملے، پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ اس کے بعد استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں؟

عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کا خیر خواہانہ مشورہ:

عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ مکہ مکرمہ میں ہی رہیں اس میں خیر ہے کوفہ کی جانب رخ نہ کریں وہاں کے لوگوں کے آپ کے والد سے وفا نہیں کی۔ آپ سے بھی نہیں کریں گے۔ الغرض حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

حاکم مدینہ عمرو بن سعید اشدق:

یزید کو جب یہ معلوم ہوا کہ دونوں حضرات مدینہ سے چلے گئے ہیں تو اس نے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو حاکم مدینہ مقرر کر دیا۔

عمرو بن زبیر کی مکہ کی طرف لشکر کشی:

اس کی فوج میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھائی عمرو بن زبیر بھی تھا، بعض معاملات کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف تھا۔ عمرو بن زبیر نے پہلے تو ان لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔ اس کے بعد والی مدینہ عمرو بن سعید اشدق کے مشورے سے دو ہزار کا لشکر لے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر سکے۔

اس موقع پر ابو شریح خزاعی نے عمرو بن سعید کو اس کام سے روکا کہ اس سے مکہ کی حرمت پامال ہو گئی جو لوگ حرم میں پناہ گزین ہیں ان کی گرفتاری کے لیے فوج بھیجنا اللہ کی مقرر کردہ حدود کو توڑنا ہے جو کہ حرام ہے۔ مگر عمرو بن سعید نے کوئی بات نہ مانی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پیغام:

عمرو بن زبیر دو ہزار کا لشکر لے کر مکہ روانہ ہوا۔ مکہ سے باہر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ آپ کو گرفتار کروں لیکن میں مکہ مکرمہ میں لڑائی جھگڑے کو مناسب نہیں سمجھتا اس لیے آپ خود کو میرے حوالے کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے لوگوں کو مقابلے کے لیے بھیجا انہوں نے عمرو بن زبیر اور اس کے لشکر کو شکست دی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پاس اہل کوفہ کے خطوط و وفود:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہاں تین سے چار ماہ تک قیام فرمایا۔ کوفہ کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں، یزید تخت نشین ہوا ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے تو وہ لوگ کوفہ میں سلیمان بن صرد کے مکان پر جمع ہوئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ اس کے بعد خطوط کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا جن میں یزید کی شکایات،

اس کے خلاف اپنی حمایت و نصرت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا یقین دلایا گیا تھا۔ خطوط کے ساتھ ساتھ کوفہ والوں کے چند وفود بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام خط:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا اور ان کے ہاتھ ایک خط بھی اہل کوفہ کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

”بعد از سلام مسنون! مجھے آپ لوگوں کے خطوط ملے جس سے حالات کا اندازہ ہوا۔ میں اپنے معتمد چچازاد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے کر مجھے بذریعہ خط مطلع کرے۔ ان کی طرف سے حالات کی بہتری کی اطلاع آئے گی تو میں کوفہ آجاؤں گا۔“

کوفہ کی صورتحال:

جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے یہاں کے حالات سے اندازہ لگایا کہ لوگ یزید سے نفرت کرتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے بے چین ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ چند دنوں میں صرف کوفہ کے تقریباً 18000 افراد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کر لی۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط اور مبارک خواہشات:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو یہ اطمینان ہو گیا کہ حضرت

حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائیں تو پورا عراق ان کی بیعت کر لے گا حجاز مقدس کے لوگ پہلے ہی سے ان سے محبت کرنے والے اور تابع دار ہیں۔ اس لیے ملت اسلامیہ کے سر سے یزید کی مصیبت ختم ہو سکتی ہے، ایک صحیح اور مضبوط ریاست قائم ہو سکتی جس میں اسلام کی سربلندی، تقویٰ، انصاف اور امن ہو گا۔ ان مبارک خواہشات اور حالات کے پیش نظر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حالات ساز گار ہیں آپ تشریف لائیں۔

کوفہ کی جانب سفر کا ارادہ اور محبین کے مشورے:

جب یہ خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ دیا گیا خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا آپ نے کوفہ کی طرف سفر شروع کیا۔ اس موقع پر آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دیا کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی کوفہ جانے سے روکا۔ مگر آپ اپنی خلوص نیت کی بنیاد پر یہ سمجھتے تھے کہ میرے جانے سے وہاں کے لوگوں کا فائدہ ہو گا۔ اس لیے ان کے مشورے کے باوجود بھی سفر کا ارادہ ملتوی نہ کیا اور کوفہ کی طرف چل پڑے۔

حالات کی تبدیلی:

آپ سفر میں تھے کہ کوفہ کے حالات نے پلٹا کھایا، یزید کو معلوم ہوا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو کوفہ کے حاکم ہیں ان کی موجودگی میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لے رہے ہیں تو اس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔

نیا حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد:

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اور اس کی طرف یہ خط لکھا کہ فوراً کوفہ جاؤ! حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ سے نکالو، یا اسے گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ یا قتل کر دو۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے ابن زیاد کا رویہ:

عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ کا حاکم بنتے ہی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا، حالات ایسے بن گئے تھے کہ ابن زیاد کے سپاہی حضرت مسلم بن عقیل کو گرفتار یا پھر قتل کرنے کے لیے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پہلے مختار بن ابی عبید کے گھر میں مقیم تھے، مخبری ہوئی تو ہانی بن عروہ کے گھر میں چلے گئے، وہاں سے بلال کے گھر پہنچے، جب بلال نے محسوس کیا کہ ہم پکڑے جائیں گے تو اس نے بھی مخبری کر دی۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا 70 سپاہیوں سے مقابلہ:

ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی زیر قیادت 70 افراد کا دستہ گرفتاری کے لیے بھیجا، حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اس موقع پر محمد بن اشعث نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں اپنی جان کو ہلاک نہ کرو یہ لوگ تمہارے چچازاد بھائی ہیں یہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے عہد شکنی:

70 افراد کا تن تنہا مقابلہ کرتے کرتے جب حضرت مسلم بن عقیل

رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے۔ ان کو ایک سواری پر سوار کر دیا گیا اور ہتھیار لے لیے گئے، حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے کہ امن دینے کے بعد ہتھیار چھینے جا رہے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پیغام:

اس موقع پر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ روئے، محمد بن اشعث نے تسلی دی کہ فکر نہ کریں آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا۔ حضرت مسلم بن عقیل نے فرمایا کہ میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے لیے رو رہا ہوں جن کو میرا خط مل چکا ہو گا اور وہ چند دنوں میں کوفہ پہنچنے والے ہوں گے اور یہاں پہنچ کر تمہارے ہاتھوں اس مصیبت میں گرفتار ہوں گے جس میں اس وقت میں گرفتار ہوں۔ محمد بن اشعث کو کہا کہ آپ نے مجھے پناہ دی ہے لیکن حالات ایسے ہیں کہ آپ بے بس ہو جاؤ گے مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

کم از کم میری ایک بات مانو کہ ایک قاصد حضرت حسین کی طرف بھیجو جو ان کو میری اس حالت کی اطلاع کر دے۔ اور اُن کو میرا یہ پیغام دے کہ آپ اپنے قافلے والوں کے ہمراہ واپس لوٹ جائیں کوفہ نہ آئیں۔

ارادے کی مضبوطی اور منزل کی جانب مسلسل سفر:

محمد بن اشعث نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے وعدہ کیا کہ میں ایک قاصد حضرت حسین کی طرف بھیجتا ہوں۔ چنانچہ اپنے وعدے کے مطابق ایک شخص کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ اس وقت مقام زیالہ تک پہنچ چکے تھے۔ یہاں ان کو حضرت مسلم بن عقیل کا پیغام ملا۔ اس کے باوجود آپ نے ارادہ ملتوی نہ کیا بلکہ آگے کی جانب بڑھتے رہے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت:

محمد بن اشعث حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو امان دے کر ابن زیاد کے دربار میں لایا، اور ابن زیاد سے کہا کہ میں نے ان کو پناہ دی ہے، ابن زیاد نے غصے سے کہا کہ میں نے تمہیں امان دینے کے لیے نہیں گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قتل کرا دیا۔

......جاری ہے

اللہ کریم ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، یکم اگست، 2022ء

واقعہ کربلا

پس منظر، حقائق اور نتائج

(حصہ دوم)

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

حاکم مکہ کی ابن زیاد کو اطلاع اور اقدامات: 5

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے نام پیغام: 5

قاصد حسین کی گرفتاری: 6

قاصد حسین کی دلیری اور اعلانِ حق: 6

قاصد حسین کا قتل: 6

شہادت مسلم بن عقیل کی اطلاع: 7

قافلہ حسینی کی باہمی مشاورت: 7

عبداللہ بن لقیط کی شہادت: 8

حضرت حسین کا جامع ترین خطبہ: 8

چند لوگوں کی واپسی: 8

حر بن یزید کا لشکر: 9

نماز ظہر اور عصر کی ادائیگی: 9

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ: 10

حر بن یزید کی رکاوٹ: 10

واپسی کا حکم: 10

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حر بن یزید کا مکالمہ: 11

نہ کوفہ نہ مدینہ: 11

قافلہ حسینی کربلا میں خیمہ زن: 11

حر بن یزید کے نام ابن زیاد کا پیغام: 12

ہم پہل نہیں کریں گے: 12

عمر بن سعد کا لشکر کربلا میں: 12

عمر بن سعد کا ابن زیاد کو خط: 13

ابن زیاد کی ہٹ دھرمی اور ظلم: 13

پانی کی بندش اور 20 مشکیزوں کا حصول: 13

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرائط: 14

عمر بن سعد کا ابن زیاد کے نام خط: 14

شمر ذی الجوشن کی خباثت: 14

شمر ذی الجوشن کے ہاتھ عمر بن سعد کو خط: 15

ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام: 15

عمر بن سعد کے نام ابن زیاد کا خط:............................16
خواب میں زیارت رسول ﷺ:............................16
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شمر کے نام پیغام:............................16
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ:............................17
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو وصیت:............................17
عاشوراء کی رات:............................18
صفوں کی ترتیب:............................18
حر بن یزید کی لشکر حسینی میں شرکت:............................18
حر بن یزید کی معافی اور شہادت:............................18
دشمنوں کی سفاکی:............................19
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:............................19
آفتاب اہل بیت غروب ہو گیا:............................19
شہدائے کربلا کی بے حرمتی:............................20
ظلم بالائے ظلم:............................20
ارے ابن زیاد ارے بد بخت:............................20

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سفیر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پر جنہیں ابنِ زیاد نے شہید کر دیا۔ کوفیوں کی غداری اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت ہوئی جب آپ مکہ سے نکل کر کوفہ کے قریب پہنچے۔

حاکم مکہ کی ابن زیاد کو اطلاع اور اقدامات:

دوسری طرف حاکم مکہ نے یزید کو اسی وقت یہ اطلاع بھیج دی تھی جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کی طرف پیغام بھیجا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ آرہے ہیں، خبردار رہنا۔ جس راستے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے اسی راستے پر ابن زیاد نے فوجی دستے مقرر کر دیے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔ ابن زیاد نے اپنی فوج کے ایک افسر حصین بن نمیر کو آگے بھیجا کہ قادسیہ پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلے کی خوب تیاری کرے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے نام پیغام:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مقام حاجر تک پہنچے تو آپ نے کوفہ والوں کے نام ایک خط لکھا اور قیس بن مسہر رحمہ اللہ کے ہاتھ ان کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں اپنی آمد کی اطلاع دی اور اہل کوفہ نے جس کام کے لیے خطوط و

وفود بھیجے تھے اس کام کو پورا کرنے کی ہدایت دی۔

قاصد حسین کی گرفتاری:

قیس بن مسہر رحمہ اللہ جب یہ خط لے کر قادسیہ پہنچے تو ابن زیاد کے سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے قیس بن مسہر رحمہ اللہ سے کہا کہ میری قصر امارت کی چھت پر چڑھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعن طعن کرو۔ حضرت قیس بن مسہر کو قصر امارت کی چھت پر چڑھایا گیا لوگ جمع کیے گئے۔

قاصد حسین کی دلیری اور اعلانِ حق:

حضرت قیس بن مسہر رحمہ اللہ نے چھت پر چڑھ کر بلند آواز میں پہلے اللہ کی حمد وثناء کی۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا: کوفہ والو!

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور لختِ جگر ہیں۔ اس وقت خلقِ خدا میں سب سے بہتر انسان ہیں۔ میں ان کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ وہ مقامِ حاجر تک تشریف لا چکے ہیں آپ لوگ آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کریں اور اُن سے جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کریں۔ اس کے بعد ابن زیاد کو سخت کوسا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعائے مغفرت کی۔

قاصد حسین کا قتل:

ابنِ زیاد اس دلیری پر بہت حیران ہوا اور حکم دیا کہ قیس بن مسہر رحمہ

اللہ کو چھت سے نیچے گرا دیا جائے۔ سپاہیوں نے آپ کو چھت نے گرایا اور آپ جامِ شہادت نوش کر گئے۔

شہادت مسلم بن عقیل کی اطلاع:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مسلسل کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے جب آپ مقام ثعلبیہ تک پہنچے تو محمد بن اشعث نے کا قاصد آپ سے ملا اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی۔

قافلہ حسینی کی باہمی مشاورت:

اس موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں کی طرف سے یہ اصرار ہوا کہ آپ کو مزید آگے نہیں جانا چاہیے کیونکہ جس مقصد کے لیے آپ نے سفر شروع کیا تھا (لوگوں سے بیعت لے کر یزید کے ظلم کو ختم کرنا) اب وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ آثار یہی نظر آ رہے ہیں بلکہ اس بات کو قوی اندیشہ ہے کہ کوفہ کے جن لوگوں نے آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی، آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے وہی غداری کر کے آپ کے مقابلے پر اتر آئیں گے۔ اس لیے حالات کا تقاضا یہی ہے کہ مزید آگے کی طرف سفر نہ کیا جائے۔

جبکہ بعض ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ آپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نہیں آپ کی شان اور مقام بہت بلند ہے ہمیں امید ہے کہ جب اہل کوفہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ کے ساتھ ہو جائیں گے، اس لیے ہمیں آگے چلنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لوگ اس سفر میں اس حقیقت کا مشاہدہ کھلی آنکھوں کے ساتھ کر رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جہاں پڑاؤ ڈالتے ہیں وہاں کے لوگ آپ کے

ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتے اور کچھ شریک سفر بھی بن جاتے تھے۔ یہ آگے بڑھنے کی ایک وجہ تھی۔

اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کے اس سفر میں شریک آلِ عقیل بھی تھے، حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی خبر نے ان کو ہلا کر رکھ دیا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ ہم مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا قصاص لیں گے یا پھر انہی کی طرح جام شہادت نوش کریں گے۔

عبد اللہ بن لقیط رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ان اہم وجوہات کی بنیاد پر آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ جب آپ مقام زبالہ تک پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ آپ کے رضاعی بھائی عبد اللہ بن لقیط کو (جن کو راستے سے ہی آپ رضی اللہ عنہ حضرت مسلم بن عقیل کی طرف بھیجا تھا) قتل کر دیا گیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جامع ترین خطبہ:

اس موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے شرکاء قافلہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ جن لوگوں نے ہمیں بلایا تھا انہوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے اب جس کا جی چاہے وہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ میں کسی کی ذمہ داری اپنے سر پر نہیں لینا چاہتا۔

چند لوگوں کی واپسی:

آپ رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر ان لوگوں نے واپسی کی راہ لی جو

راستے میں آپ کے شریک سفر بنے تھے۔ اور صرف وہی لوگ آپ کے ساتھ رہ گئے جو مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے۔

حر بن یزید کا لشکر:

آپ رضی اللہ عنہ مزید آگے بڑھے، مقام عقبہ تک پہنچے۔ وہاں سے آگے کی طرف چلے تو دور سے ایک لشکر کے آثار دکھائی دیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قریب ایک پہاڑی تھی وہاں محاذ بنایا۔ ابھی انہی تیاریوں میں مصروف تھے کہ حر بن یزید (یہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کا بیٹا نہیں ہے، یہ وضاحت اس لیے کر دی گئی کہ "بن یزید" کے لفظ سے اسے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نہ سمجھ لیا جائے) ایک ہزار گھڑ سواروں کا لشکر لے کر آپ کے قافلے کے قریب پہنچ گیا۔ حُر بن یزید کو حصین بن نمیر نے اس طرف بھیجا تو اور حصین بن نمیر کو ابن زیاد نے مقرر کیا تھا۔ اور ابن زیاد کو یزید نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔ گویا حر بن یزید بالواسطہ یزید کا فوجی افسر تھا جو ایک ہزار گھڑ سواروں کا لشکر لے کر یہاں تک پہنچ چکا تھا۔

نماز ظہر اور عصر کی ادائیگی:

ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا اہل بیت کے قافلے نے نماز کی تیاری کی، حر بن یزید اور اس کے لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ اس کے بعد جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو قافلہ حسینی کے موذن نے عصر کی اذان دی، آپ رضی اللہ عنہ نے جماعت کرائی حر بن یزید نے اپنے لشکر سمیت یہ نماز بھی آپ

کی اقتداء میں ادا کی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع بین الصلوٰتین (ظہر اور عصر دونوں کو ظہر کے وقت میں ادا کرنے) کا نظریہ درست نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے حر بن یزید اور اس کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا: لوگو! اللہ سے ڈرو اور اہل حق کا حق پہچانو! تو یہ اللہ کی رضا کا سبب ہوگا۔ ہم اہل بیت اس خلافت کے اُن لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو حق کے خلاف اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور تم لوگوں پر ظلم کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر تم لوگ ہمارے حق سے ناواقف ہو یا اب تمہاری وہ رائے نہیں رہی جو تم نے مجھے خطوط میں لکھی ہے اور قاصدوں نے مجھ تک پہنچائی تھی تو میں (اپنے لشکر سمیت مدینہ منورہ) واپس لوٹ جاتا ہوں۔

حر بن یزید کی رکاوٹ:

حر بن یزید نے کہا کہ مجھے خطوط و وفود کا علم نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو حکم دیا انہوں نے دو بڑے تھیلے جن میں کوفیوں کے خطوط تھے وہ حر بن یزید کے سامنے انڈیل دیے۔ حر نے کہا کہ ہم یہ خطوط لکھنے والے نہیں ہمیں امیر کی طرف سے حکم ملا ہے کہ ہم آپ کو ہر قیمت ابن زیاد تک پہنچائیں۔

واپسی کا حکم:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے قافلے والوں کو حکم دیا کہ

سواریاں / سامان سفر کو تیار کرو اور سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں سب لوگوں نے اپنی سواریاں / سامان سفر تیار کیا یہاں تک کہ سواریوں پر سوار بھی ہو گئے بلکہ عملی طور پر مدینہ کی طرف سفر بھی شروع کر دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حر بن یزید کا مکالمہ:

حر بن یزید نے رکاوٹ ڈالی اور کہنے لگا کہ میں آپ کو مدینہ کی طرف نہیں جانے دوں گا بلکہ ہر صورت تمہیں ابن زیاد تک پہنچاؤں گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی کسی صورت ابن زیاد کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ حر بن یزید نے مزید یہ بھی کہا کہ مجھے آپ کے ساتھ قتال اور آپ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

نہ کوفہ نہ مدینہ:

کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، آخر کار یہی فیصلہ ہوا کہ نہ آپ واپس مدینہ جائیں اور نہ ہی ابن زیاد کے پاس کوفہ جائیں بلکہ ایک تیسرا راستہ اختیار کر لیں۔ جو نہ مدینہ جاتا ہو اور نہ ہی کوفہ جاتا ہو۔ اس بات پر اتفاق کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مقام طُف (جسے بعد میں کربلا کا نام دیا گیا) کی طرف چل دیے۔

قافلہ حسینی کربلا میں خیمہ زن:

سفر کرتے کرتے محرم الحرام سن 61ھ کی دو تاریخ کو کربلا میں خیمہ زن ہوئے۔ اس سارے سفر میں حر بن یزید اپنے لشکر کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ رہا۔ سفر کے دوران آپ رضی اللہ عنہ جو خطبے ارشاد فرماتے

اس سے حر بن یزید بہت متاثر ہوا۔

حر بن یزید کے نام ابن زیاد کا پیغام:

اسی دوران ابن زیاد کا قاصد حر بن یزید کے پاس آیا اور ایک خط حوالے کیا جس میں حر بن یزید کو یہ پیغام دیا گیا تھا کہ

میرا یہ خط تمہیں جہاں ملے تم اسی جگہ رک جاو اور حسین پر میدان تنگ کر دو۔ کوشش کرو کہ ایسی جگہ پر انہیں روکو جہاں پانی نہ ہو۔ میں نے اپنے قاصد کو یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک تم میری بات پوری نہیں کر لیتے۔

حر بن یزید نے اس خط کا مضمون حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنا دیا اور عرض کی کہ میں مجبور ہوں۔

ہم پہل نہیں کریں گے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے زہیر یا زبیر بن القین نے کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہر آنے والی گھڑی ہماری مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے آپ ہمیں اجازت دیں ہم حر بن یزید اور اس کے لشکر سے لڑتے ہیں کیونکہ ان سے لڑنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر ان کے پیچھے آنے والوں لشکروں سے لڑنا مشکل ہو گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لڑائی میں پہل نہیں کریں گے۔

عمر بن سعد کا لشکر کربلا میں:

آپ کربلا میں ہی تھے کہ دوسرے دن عمر بن سعد کو ابن زیاد نے چار

ہزار کا لشکر دے کر بھیجا، وہ چار ہزار فوجیوں کے ہمراہ کربلا پہنچا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بات چیت کی، آنے کی وجہ پوچھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بتلا دیا کہ میں خود نہیں آیا بلکہ اہلِ کوفہ نے مجھے بلایا ہے۔ اگر اب ان کی رائے بدل گئی ہے تو میں بھی واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔

عمر بن سعد کا ابن زیاد کو خط:

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے سے ابن زیاد کو بذریعہ خط آگاہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ واپس جانے کو تیار ہیں۔

ابن زیاد کی ہٹ دھرمی اور ظلم:

ابن زیاد نے اس خط کے جواب میں عمر بن سعد کو یہ لکھا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سامنے صرف ایک بات رکھو کہ وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ہم غور کریں گے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے؟ عمر بن سعد کو مزید لکھا کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے قافلے والوں پر پانی بند کر دو۔

پانی کی بندش اور 20 مشکیزوں کا حصول:

حسبِ حکم آپ رضی اللہ عنہ اور قافلے پر پانی بند کر دیا گیا یہ آپ کی شہادت سے 3 دن پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ کچھ افراد کو ساتھ لے کر جاؤ اور پانی کے مشکیزے بھر لاؤ۔ انہوں نے 30 سوار اور 30 پیادہ لوگوں کو ساتھ لیا، عمر بن سعد کی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر 20 مشکیزے پانی بھر لائے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرائط:

اس کے بعد عمر بن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے فرمایا کہ آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز کو اختیار کرلیں:

1: میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہاں (مدینہ منورہ) واپس جانے دیا جائے۔

2: مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید سے اس معاملہ میں بالمشافہ بات کرسکوں۔

3: میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں مجھے جانے دیا جائے تاکہ وہاں اسلام کی حفاظت کرسکوں۔

عمر بن سعد کا ابن زیاد کے نام خط:

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شرائط ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ

اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ بجھا دی ہے اور مسلمانوں کو ایک کلمہ (بات) پر متفق فرمادیا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ تین صورتوں میں سے جس کو اختیار کرلیا جائے اسی میں امت کی صلاح و فلاح ہے۔

شمر ذی الجوشن کی خباثت:

ابن زیاد کو جب یہ خط پہنچا تو وہ اس سے متاثر ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے دربار میں شمر ذی الجوشن نامی شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے دل میں اہل بیت کا بغض بھرا ہوا تھا۔ اس نے ابن زیاد کو کہا کہ آپ حسین بن علی کو مہلت دینا

چاہتے ہو کہ وہ مضبوط ہو کر تمہارے خلاف جنگ کرے۔ اگر وہ ابھی تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو دوبارہ تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ مجھے تو اس میں عمر بن سعد کی ملی بھگت اور سازش کی بو آرہی ہے۔ اس لیے آپ ایسے کریں کہ ایک مرتبہ آپ حسین بن علی کو اپنے دربار میں بلالیں جب وہ آپ کے پاس آجائے تو آپ کی مرضی آپ معاف کریں یا (یزید کی بیعت نہ کرنے پر) سزادیں۔

شمر ذی الجوشن کے ہاتھ عمر بن سعد کو خط:

ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کی رائے کو قبول کیا اور اسی مضمون کا خط عمر بن سعد کو لکھا اور یہ خط شمر ذی الجوشن کے ہاتھ عمر بن سعد کے پاس بھیجا۔ مزید یہ تاکید بھی کی کہ اگر عمر بن سعد بات مان لے تو ٹھیک ورنہ تم اسے قتل کر دینا اور اس کے بعد میری طرف سے لشکر کے امیر خود بن جانا۔

ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام:

بعد از سلام! میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم جنگ سے بچو، ان کو مہلت دو یا پھر ان کی سفارش کرو۔ اگر حسین اور اس کے ساتھی میرے حکم پر صلح کرنا اور میرے پاس آنا چاہتے ہیں تو ان کو حفاظت کے ساتھ یہاں پہنچا دو۔ ورنہ ان سے فیصلہ کن جنگ کرو یہاں تک کہ ان کو قتل کر دو۔ پھر ان کی لاشوں کا مثلہ کرو (اعضائے جسم کو کاٹ)۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں، قتل کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کو روند ڈالو۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیلی کی تو تمہیں ایک فرمانبراد کی طرح انعام ملے اور اگر تم میرے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے تو لشکر چھوڑ دو اور لشکر کی قیادت شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دو۔

عمر بن سعد کے نام ابن زیاد کا خط:

محرم کی نو تاریخ کو شمر ذی الجوشن عمر بن سعد کے پاس پہنچا، اس کے سامنے ابن زیاد کا خط رکھا۔ عمر بن سعد سمجھ گئے کہ یہ شمر کی خباثت و شرارت ہے۔ عمر بن سعد نے شمر ذی الجوشن سے کہا کہ تم نے بڑا ظلم کیا، مسلمانوں کا ایک بات پر اتفاق ہو رہا تھا لیکن تم نے دوبارہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی ہے اور خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا۔

خواب میں زیارت رسول ﷺ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کی بات ماننے سے انکار کیا اور فرمایا کہ ذلت سے موت بہتر ہے۔ اسی دوران آپ کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب آپ ہمارے پاس آنے والو ہو۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی، آپ کی ہمشیرہ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خواب سنایا جسے سن کر رونا آگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں صبر کی تلقین کی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شمر کے نام پیغام:

کچھ دیر کے بعد شمر کا لشکر آپ کی طرف بڑھنے لگا، آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما آگے بڑھے ان سے بات کی شمر نے بلا مہلت قتال کا اعلان کیا۔ عباس بن علی رضی اللہ عنہما نے آکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شمر کے نام پیغام بھیجا کہ آج رات قتال کو ملتوی کرو۔ میں نے قافلے والوں کو کچھ وصیتیں اور نصیحتیں کرنی ہیں۔ دعا،

مناجات اور استغفار میں مشغول ہونا چاہتا ہوں۔

شمر، ابن زیاد وغیرہ نے باہمی مشورے سے اس بات کو قبول کر لیا اور واپس چلے گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قافلے والوں کو نہایت پر جوش انداز میں خطبہ دیا، جس میں فرمایا:

میں اللہ کا ہر حال میں شکر ادا کرتا ہوں، راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی......میرے علم کے مطابق آج کسی شخص کے ایسے وفادار ساتھی نہیں ہیں جو جیسے میرے ساتھی ہیں اور نہ کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ ثابت قدم نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو میری طرف سے جزائے خیر دے، ہو سکتا ہے کہ کل کا دن ہمارا آخری دن ثابت ہو اس لیے میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ لوگ رات کی تاریکی میں یہاں سے دور چلے جائیں، میرے اہل بیت کو بھی ساتھ لے جائیں کیونکہ دشمن صرف میرا طلب گار ہے جب مجھے پالے گا تو دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہو گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سب رفقاء نے وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے کہا ہم آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو وصیت:

اس موقع پر حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما بے قرار ہو گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے بطور وصیت فرمایا: میری بہن! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کی خبر سن کر تم

کپڑے نہ پھاڑنا، سینہ کوبی نہ کرنا اور چلا کر رونے (نوحہ کرنے) سے بچنا۔

عاشوراء کی رات:

تمام حضرات نے اپنے رب کے حضور آہ زاری کرتے ہوئے رات گزاردی۔ دشمن کے مسلح سوار ساری رات خیموں کے گرد گھومتے رہے۔

صفوں کی ترتیب:

آخر دس محرم بروز جمعۃ المبارک فجر کی نماز کے بعد عمر بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کی صفیں قائم کیں۔ 23 سوار اور 40 پیدل کل 72 افراد تھے۔

حر بن یزید کی لشکر حسینی میں شرکت:

عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک حصے کا الگ الگ امیر مقرر کیا۔ ان میں سے ایک حصے کا امیر حر بن یزید تھا۔ جو سب سے پہلے ایک ہزار کا لشکر دے کر مقابلے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ کافی دنوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ رہا تھا۔ مقابلہ شروع ہوا تو حر بن یزید نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور لشکر حسینی میں شامل ہو گیا۔

حر بن یزید کی معافی اور شہادت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی: میری ابتدائی غفلت اور آپ کو واپسی کا راستہ نہ دینے کے نتائج کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ قسم بخدا! مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف اس حد تک پہنچ جائیں گے

اور آپ کی بات نہیں مانیں گے اگر مجھے یہ اندازہ ہوتا تو میں آپ کو راہ دے دیتا۔ مجھے معاف فرمایئے اور اپنے لشکر کا سپاہی سمجھیے چنانچہ یہ اسی میدان میں لشکر حسینی کا حصہ بن کر جام شہادت نوش کر گئے۔

دشمنوں کی سفاکی:

عمر بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا باقاعدہ لڑائی شروع ہوئی۔ یزیدی لشکر جو ابن زیاد، عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کی قیادت میں اہل بیت سے لڑ رہا تھا ان کے متعدد افراد ہلاک ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر کے 72 افراد شہید ہوئے۔ دشمنوں نے انتہائی سفاکی اور بیدردی سے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے دودھ پیتے بچوں کو بھی خون میں نہلانے اور قتل کرنے سے دریغ نہ کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

زرعہ بن شریک نے نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا، کمزوری سے پیچھے کی طرف ہٹے تو سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے نیزہ مارا جس سے شانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار زمین پر آ گا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر آپ کے سر مبارک کو جسم سے جدا کر دیا۔

آفتاب اہل بیت غروب ہو گیا:

جنت اپنے سردار کا راہ تک رہی تھی دسویں محرم کا ڈوبتا سورج اپنے ساتھ آفتاب اہل بیت کے وجود کو دنیا والوں سے اوجھل کر گیا لیکن اس کی کرنیں تا صبح قیامت روشنی بکھیرتی رہیں گی۔

شہدائے کربلا کی بے حرمتی:

بد بخت ابن زیاد کا حکم تھا کہ قافلہ حسینی کے شہداء کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالو۔ عمر بن سعد نے چند سواروں کو اس کا حکم دیا انہوں نے یہ بھی کر دیا اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک اجسام کی بے حرمتی کرنے لگے۔

ظلم بالائے ظلم:

خولی بن یزید اور حمید بن مسلم اہل بیت کے شہداء کے مبارک سروں کو لے کر ابن زیاد کے دربار میں آئے۔ ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا۔ سب کے سامنے اس بد بخت نے انتہائی گستاخی کرتے ہوئے اپنی چھڑی کے ذریعے نواسہ رسول کے ہونٹوں (بوسہ گاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کھیلنے لگا۔

ارے ابن زیاد ارے بد بخت:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس مجلس میں موجود تھے ضعیف العمر ہونے کے باوجود قوی الایمان تھے، ابن زیاد سے فرمانے لگے: ارے بد بخت! اپنی چھڑی کو ان مبارک ہونٹوں سے دور کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اہل بیت کے قافلے (خواتین اور بچوں) کو کوفہ کی طرف لے جایا گیا۔ تفصیل آئندہ قسط میں ان شاء اللہ

جاری ہے

والسلام

پیر، 8 اگست، 2022ء

واقعہ کربلا

پس منظر، حقائق اور نتائج

(حصہ سوم)

شیخ طریقت متکلم اسلام

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق:..................................4

علی بن حسین (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) بچ گئے:......................4

قافلہ سادات کی خواتین کا احترام: 5

زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا ابن زیاد کو خطاب:.........................5

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ابن زیاد کو خطاب:..........................5

قافلہ سادات دمشق میں:..6

بعض غیر مستند اور من گھڑت تاریخی روایات:..........................6

قابل مذمت رویہ:..6

قافلہ سادات کے سامنے یزید کا ردِ عمل:..............................6

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبد اللہ کا رونا چلانا:.........................7

یزید کے دربار میں پیش آنے والا ایک واقعہ:..........................7

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یزید کو تنبیہ:..............................7

قافلہ سادات کی مدینہ روانگی:....................................8

حفاظتی دستہ کا حسن سلوک:.....................................8

قافلہ سادات کی مدینہ آمد: 8

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ داران: 9

1: اہلِ کوفہ: 9

2: عبید اللہ بن زیاد: 10

3: شمر ذی الجوشن: 10

4: عمر بن سعد: 10

5: سنان بن انس نخعی: 11

6: خولی بن یزید الاصبحی: 11

7: یزید: 11

بری الذمہ نہ ہونے کی پہلی وجہ: 11

بری الذمہ نہ ہونے کی دوسری وجہ: 12

یزید کے اظہار افسوس کی حقیقت: 12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے خاندانِ نبوت اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو جو کمالات عطا فرمائے ہیں اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ خوشی اور سکھ کے موقع پر شکر جبکہ غمی اور دکھ کے موقع پر صبر ان کا طرہ امتیاز تھا، مشکل سے مشکل حالات ان کی زندگیوں میں پیش آئے لیکن ہر موقع پر انہوں نے صبر و استقامت کی وہ مثال قائم کی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق:

کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلہ کے 72 افراد جام شہادت نوش کر گئے، ان میں چند خواتین کچھ بچے اور حضرت زین العابدین رحمہ اللہ بچ گئے۔ ان کو پہلے کربلا سے کُوفہ ابن زیاد کے دربار میں پھر وہاں سے شام یزید کے دربار میں لایا گیا۔

علی بن حسین (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) بچ گئے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے سے بچ جانے والے افراد کو عمر بن سعد کُوفہ ابن زیاد کے دربار میں لایا، جن میں خواتین، بچے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے علی (جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے) بھی تھے، اس وقت ان کی عمر 23 سال تھی۔ عین لڑائی کے وقت چونکہ یہ شدید بیمار تھے جس کی وجہ سے خیمے سے باہر تشریف نہ لا سکے، عمر بن سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ اس کو قتل نہ کرو۔

قافلہ سادات کی خواتین کا احترام:

عبید اللہ بن زیاد ظالم وجابر اور سنگدل انسان ہونے کے باوجود اس سارے معاملے کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بغاوت سمجھتا تھا اور اس کے نزدیک باغی صرف وہی مرد تھے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ گھر کے بچوں اور خواتین کو باغی اور سزا کا مستحق بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس لیے اس نے قافلہ حسینی کی خواتین اور بچوں سے بدسلوکی نہیں کی، بلکہ ان کی رہائش، لباس اور خوارک کا بھی انتظام کرایا۔

زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا ابن زیاد کو خطاب:

قافلہ حسینی کے تمام مرد سوائے حضرت علی بن حسین (زین العابدین رحمہ اللہ) کے کربلا میں شہید کر دیے گئے۔ جب حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کوفہ میں ابن زیاد کے دربار میں پہنچے تو ابن زیاد نے انہیں باغی سمجھ کر قتل کرنا چاہا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن زیاد! کیا ابھی تک ہمارے خون سے آپ کی پیاس نہیں بجھی؟ اگر تو علی بن حسین (زین العابدین) کو قتل کرنا چاہتا ہے تو پھر ہمیں بھی ساتھ قتل کرنا ہو گا۔

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ابن زیاد کو خطاب:

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے ابن زیاد کا ارادہ دیکھا کہ وہ قتل کرنے پر تُلا ہوا ہے تو اس سے فرمایا: ابن زیاد! ان خواتین کے ساتھ کسی صالح متقی انسان کو بھیجنا جو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی رفاقت اختیار کر سکے۔

قافلہ سادات دمشق میں:

اس پر ابن زیاد نے سپاہیوں سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو یہ خود اپنی خواتین کے ساتھ جائے۔ اس کے بعد اس نے قافلہ حسینی کا سامان سفر تیار کر کے یزید کے پاس دمشق (شام) بھیج دیا۔

بعض غیر مستند اور من گھڑت تاریخی روایات:

بعض تاریخی روایات میں یہ باتیں بھی ملتی ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ سے دمشق تک قافلہ سادات کی خواتین کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی، انہیں ننگے سر چلایا گیا، ان کے پاوں میں زنجیریں ڈالی گئیں، قیدیوں کی طرح انہیں اونٹوں پر بٹھایا گیا۔ مگر اس بدسلوکی کی کسی تاریخ میں معتبر سند ثابت نہیں ہے۔

قابل مذمت رویہ:

آج کل اس سارے واقعہ کو العیاذ باللہ فلمایا جاتا ہے۔ ابن زیاد، اس کے سپاہیوں، قافلہ سادات کی خواتین اور بچوں کے فرضی کردار دکھائے جاتے ہیں، اس سے سادات خاندان اور اہل بیت کے قافلے کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

قافلہ سادات کے سامنے یزید کا ردِ عمل:

سادات کا قافلہ جب دمشق میں داخل ہوا، یزید کے دربار میں پہنچا، تو یزید نے اس پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور روتے ہوئے کہا کہ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ بغیر قتل کے گرفتار کیا جاتا۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے، اس نے قتل ہی کرا دیا۔ اللہ کی قسم! میں وہاں موجود ہوتا تو معاف کر دیتا، اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبداللہ کا رونا چلانا:

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبداللہ نے جب خبر سنی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین! کیا بنت رسول کے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے؟ یزید نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے! اس نے اس معاملے میں جلدی کی۔ اس پر ہندہ بنت عبداللہ زور زور سے رونے (نوحہ کرنے) لگیں۔

یزید کے دربار میں پیش آنے والا ایک واقعہ:

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید کے پاس لے جایا گیا، ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھ بھر آئی اور اس نے ہمیں وہ سب دیا جو ہم نے چاہا، یزید کے دربار میں نیلی آنکھوں والا ایک سرخ رنگت کا آدمی تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک کم عمر بیٹی کی طرف دیکھا اور کہا: امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیں۔ یہ سن کر زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! نہ تجھے حق ہے نہ یزید کو۔

نیلی آنکھوں والے نے پھر یہی بات کہی۔ یزید نے کہا: خاموش رہو۔

تب فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے یزید! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قیدی بنائی جائیں گی؟ یہ سن کر یزید رو پڑا اس کے ساتھ سبھی لوگ بھی رو دیے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یزید کو تنبیہ:

اس موقع پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

انہوں نے یزید سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر انہیں اس حال میں دیکھتے تو وہ جیسا سلوک کرتے، آپ ویسا ہی سلوک کریں۔ یہ سن کر یزید نے ان کے لیے اچھا انتظام کرایا، رہائش، لباس، خوراک اور عطیات و ہدایا پیش کیے اور کہا اگر ابن زیاد کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رشتہ ہوتا تو ان کو قتل نہ کرتا۔

قافلہ سادات کی مدینہ روانگی:

یزید نے جب قافلہ سادات کو روانہ کیا تو حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا: اللہ ابنِ مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے۔ بخدا اگر میں خود اس جگہ ہوتا تو آپ کے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو کچھ کہتے میں قبول کرلیتا، جہاں تک ممکن ہوتا ان کو قتل ہونے سے بچاتا، اگرچہ مجھے اپنی اولاد بھی قربان کرنا پڑتی لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔

صاحبزادے! آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو مجھے اطلاع بھیجنا۔ میں نے آپ کے ساتھ جانے والے حفاظتی دستے کو ہدایات دے دی ہیں۔

حفاظتی دستہ کا حسن سلوک:

یہ قافلہ خیریت کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا، حفاظتی دستے نے ہر طرح سے قافلہ سادات کی عزت و احترام کا خیال رکھا، رات کو جس جگہ پڑاؤ ڈالتے، خود قافلے سے دور ہو جاتے، ان کا پہرہ دیتے۔ ایسی جگہ ٹھہراتے جہاں وضو اور دیگر ضروریات کی زحمت نہ ہوتی۔

قافلہ سادات کی مدینہ آمد:

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا، تو حفاظتی دستے کے اچھے برتاؤ سے متاثر

ہو کر فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان لوگوں نے ہمیں سفر میں ہر طرح کی ممکنہ راحت دی ہے ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اس لیے ان کے احسان کے بدلے میں ان کو ہدیہ دینا چاہیے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اب ہمارے پاس اپنے زیور کے سوا اور کچھ نہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے زیور اتارے اور حفاظتی دستے کے سالار کے سامنے پیش کیے۔

اس پر اس نے جواب دیا: اگر دنیا کے لیے یہ حسن سلوک کیا ہوتا تو یہ زیور بلکہ اس سے بھی کم چیز سے میں خوش ہو جاتا لیکن میں نے یہ صرف اللہ کی خاطر اور آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی خاطر کیا ہے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ داران:

انصاف یہ ہے کہ اس سارے سانحے کا ذمہ دار کسی ایک فرد کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں مختلف افراد اور گروہ شریک ہیں۔ بعض سازشی عناصر، بعض نادان جبکہ بعض ضدی لوگ شامل ہیں۔ مختصراً ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1: اہلِ کوفہ:

جنہوں نے ہزاروں خطوط لکھے، مشکل وقت میں ساتھ دینے کے بجائے بے وفائی کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل حسین کے ذمہ داران میں سے زیادہ غصہ اہل کوفہ پر تھا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا: اللہ ان لوگوں (اہل کوفہ) کو ہلاک کرے انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ موجود ہیں: اے اللہ! آپ ہی ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ انہوں نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کریں گے لیکن اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

2: عبید اللہ بن زیاد:

اس بدبخت نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی مجرم کی حیثیت دی اور بلارعایت ان کے خلاف کارروائی کا حکم دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر مبارک کو دیکھ کر اس کا دل نرم نہ ہوا۔ مستند تاریخی روایات کی روشنی میں سانحہ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بنیادی ذمہ داروں میں اس کا نام بھی شامل ہے۔

3: شمر ذی الجوشن:

یہ بدبخت جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھا اور زخمی بھی ہوا، لیکن کربلا میں ابن زیاد کے لشکر کا نائب سالار یہی تھا۔ ابن زیاد کو سخت ترین اقدامات پر مجبور کرنے والا یہی تھا۔

4: عمر بن سعد:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ آور فوج کی کمان اسی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ یہ ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی کارروائی میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن ابن زیاد کی دھمکیوں اور "رے" کے علاقے کی گورنری کی لالچ میں اس جنگ میں شریک ہوا۔

اگرچہ بعض روایات کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ کے قتل پر عمر بن سعد کو بہت دکھ ہوا اور وہ بہت رویا یہاں تک کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود اس کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ فوج کی کمان اسی کے ہاتھ میں تھی۔ اگر یہ چاہتا تو حر بن یزید رحمہ اللہ کی طرح ابن زیاد کی فوج سے علیحدہ ہو کر قافلہ حسینی میں شامل ہو جاتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

5: سنان بن انس نخعی:

اس نے شِمر ذی الجوشن کے حکم پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نیزے کا سخت وار کیا۔

6: خولی بن یزید الاصبحی:

اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کیا، یہ یمن کے قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتا تھا جہاں سے عبد اللہ بن سباء نے جنم لیا تھا۔

7: یزید:

معتبر اور مستند تاریخی روایات کی روشنی میں صحیح بات یہی ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن حقائق کی روشنی میں اسے سارے واقعے سے بری الذمہ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بری الذمہ نہ ہونے کی پہلی وجہ:

سارے واقعے میں اس کی کوئی حکمت عملی درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کرانا چاہتا تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نے صاف طور پر عبید اللہ بن زیاد کو یہ

کیوں نہ لکھا کہ قافلہ حسینی کو پوری عزت و احترام کے ساتھ دمشق (شام) بھیجا جائے، اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کرنا۔

اگر یزید کی طرف سے یہ واضح کر دیا جاتا تو ابن زیاد کبھی قتل کا اقدام نہ کرتا۔ وہ یزید کی حکومت کا پکا وفادار تھا کسی صورت بھی یزید کی مخالفت نہ کرتا۔

بری الذمہ نہ ہونے کی دوسری وجہ:

یزید اس سانحے کے وقت حکومت کے سب سے اونچے عہدے پر تھا، قاتلوں کو ان کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے مکمل اختیارات اس کے پاس تھے۔ لیکن اختیارات کو بروئے کار لا کر قاتلین اور ذمہ داران کو سزائیں دینے یا کم از کم ان کو عہدوں سے برطرف کرنے کے بجائے محض مذمتی بیان دینے پر اکتفا کرنا اس کا وہ بنیادی جرم ہے جس کا داغ اس کے دامن سے کبھی نہیں دھل سکے گا۔

یزید کے اظہار افسوس کی حقیقت:

کربلا کے بعد بھی اس کی طرف سے ایسے خونی معرکے ہوئے جن میں واقعہ حرہ بطور خاص تاریخ کے سینے پر ثبت ہے۔ یزید کی طرف سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر فوج کشی کی گئی، ان مبارک شہروں کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یزید کا بظاہر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہار افسوس کرنا اپنی بدنامی کو مٹانے کی ایک تدبیر کے سوا کچھ نہ تھا۔

والسلام

پیر، 15 اگست، 2022ء

واقعہ کربلا

اعتقادی، نظریاتی، سیاسی اور تکوینی نتائج

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

اعتقادی نتائج: 3

1: اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں: 3

2: اللہ کے علاوہ کوئی مشکل کشا / حاجت روا نہیں: 4

نظریاتی نتائج: 5

1: حرمین کا تقدس: 5

2: موروثیت کے بجائے شورائیت: 7

3: رجوع الی اللہ اور صبر واستقامت: 8

سیاسی نتائج: 9

بعض اصحاب نے یزید کی بیعت کیوں کی؟ 9

تکوینی نتائج: 10

1: سادات خاندان کی نیک نامی: 10

2: اعتقادی، عملی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت کی ذمہ داری: 11

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم ہے اور حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ واقعہ کربلا پیش آیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور سادات خاندان نے اپنی جانوں کے نذرانے اللہ کے حضور پیش کیے۔ اگر پورے واقعہ پر گہری نظر ڈالی جائے تو چند نتائج سامنے آتے ہیں۔ جن کا تعلق اعتقاد، نظریات، سیاسیات اور تکوین کے ساتھ ہے۔ ان کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

اعتقادی نتائج:

1: اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں:

اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ عالم الغیب خاصہ خداوندی ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔ جبکہ بعض لوگ اللہ کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاء کرام علیہم الرحمہ کو اس صفت میں اللہ کا شریک مانتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام میں انتہائی غلو کا شکار ہو کر یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ معصوم امام ہیں اور عالم الغیب ہیں۔

واقعہ کربلا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی فرد عالم الغیب نہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ عالم الغیب ہوتے اور آپ کو کربلا میں پیش آنے والے تمام حالات و مصائب کا پہلے ہی سے علم ہوتا تو آپ کبھی سفر نہ فرماتے۔

اور اس پر دلائل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے وہ ارشادات ہیں:

جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی بے وفائی اور غداری سے ناراض ہو کر ان کے سامنے انہی کے خطوط کے بھرے ہوئے تھیلے انڈیل دیے، حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر دل گرفتہ ہوئے، ان کے سامنے تین تجاویز رکھیں۔ وغیرہ۔

2: اللہ کے علاوہ کوئی مشکل کشا / حاجت روا نہیں:

اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ (عقائد کے باب میں) مشکل کشا اور حاجت روا کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی بولا جا سکتا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں۔ جبکہ بعض لوگ اللہ کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاء کرام علیہم الرحمہ کو اس صفت میں اللہ کا شریک مانتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام میں انتہائی غلو کا شکار ہو کر یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ معصوم امام ہیں اور مشکل کشا ہیں۔

واقعہ کربلا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی فرد مشکل کشا اور حاجت روا نہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ خود مشکل کشا اور حاجت روا ہوتے تو آپ پر سارے سفر بالخصوص کربلا میں مشکلات نہ آتیں کیونکہ مشکل کشا وہی ہو سکتا ہے جس پر مشکلات نہ آئیں اور جس پر خود مشکلات آئیں وہ ہرگز مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر بلکہ پورے قافلہ حسینی پر جو مشکلات آئی ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں کربلا کا پورا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے کہ قدم قدم پر آپ رضی اللہ عنہ پر مشکلات آئیں آپ رضی اللہ عنہ نے اور قافلہ حسینی نے اپنی

حاجت روائی کے لیے صرف اللہ ہی کو پکارا۔

ہمیں یہ سبق دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی مشکل کشا نہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی حاجت روا نہیں۔

نظریاتی نتائج:

1: حرمین کا تقدس:

اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں دو مقامات کو سب سے زیادہ قابل عزت اور لائق احترام بنایا ہے۔

1: بیت اللہ (مسجد حرام اور حدود حرم مکی)

2: مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (اور حدود حرم نبوی)

اسی وجہ سے ان مقدس مقامات کو "حرمین شریفین" کہا جاتا ہے۔ ان کا تقدس بہت زیادہ ہے (اگرچہ احکام میں دونوں برابر نہیں) اس لیے ان کا احترام ہر مسلمان پر لازم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور میں اس کے چند واقعات ملتے ہیں۔

1: خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوائیوں نے یورش کی، ان کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح حرمِ نبوی میں لڑائی جھگڑا ہو، قتل و قتال ہو اور حرمِ مدینہ بالخصوص مسجد نبوی اور روضہ مبارکہ علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام کا تقدس پامال ہو لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی جان دے کر حرم مدینہ بالخصوص مسجد نبوی اور روضہ مبارکہ علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام کے تقدس کو پامال ہونے سے بچایا۔

2: خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اسی تقدس کے پیش نظر مرکزِ خلافت کو مدینہ طیبہ سے کوفہ منتقل کیا تاکہ حرم مدینہ بالخصوص مسجد نبوی اور روضہ مبارکہ علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام میں کوئی فسادی فساد مچاکر اس کے تقدس کو پامال نہ کرسکے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پیش نظر بھی حرمین کا تقدس اسی طرح موجود تھا جس طرح باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں تھا۔ شاید آپ کبھی بھی مدینہ منورہ کو خیرباد نہ کہتے، اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو نہ چھوڑتے، مکہ مکرمہ کو بھی نہ چھوڑتے لیکن آثار یہی نظر آرہے تھے کہ یزید کی طرف سے جبری بیعت کے انکار پر حرمین کا تقدس پامال ہوگا ان مقدس مقامات پر لڑائی جھگڑا بلکہ قتل و قتال ہوسکتا ہے (جیسا کہ کربلا کے واقعے کے بعد یزید کی طرف سے واقعہ حرہ، مدینہ منورہ پر چڑھائی، حصارِ کعبہ جیسے دلخراش سانحات پیش بھی آئے) آپ رضی اللہ عنہ اپنی خداداد بصیرت و فراست سے ممکنہ صورتحال کو دیکھ رہے تھے اس لیے ان مقامات کو چھوڑ دیا اور حجاز سے عراق کی طرف تشریف لے گئے۔

اس پر دلیل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے روکا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے کہیں اور قتل ہوجانا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہروں میں خونریزی برپا ہوجانے سے زیادہ عزیز ہے۔

واقعہ کربلا سے معلوم ہوا کہ حرمین کے تقدس کو پامالی سے بچانا اتنا اہم

نظریہ ہے کہ جس کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جان کی قربانی دے دی لیکن حرمین کے تقدس کو پامال نہیں ہونے دیا۔

2: موروثیت کے بجائے شورائیت:

اسلام میں نظام سیاست کی بنیاد شورائیت پر ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسلام کے نظام سیاست کو اسی بنیاد پر ہی دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ بھی ایک مسلّم حقیقت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بذات خود نہ حکومت کے طلبگار تھے اور نہ ہی حکمرانی کا شوق رکھتے تھے۔ آپ کا پہلے دن سے یہی موقف تھا کہ اسلامی نظام سیاست کو شورائیت پر رہنا دیا جائے اس کو موروثیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یزید کی ولی عہدی کی تقریبِ بیعت میں شرکت نہیں کی بلکہ کھلم کھلا اس کا انکار کیا اگرچہ اس بیعت کی حیثیت شرعی طور پر ایک مشورے کی حد تک ہی تھی۔ بیعت خلافت ہرگز نہیں تھی۔

نوٹ: جن اصحاب نے بیعت میں شرکت کی ان کے پیش نظر کون کون سی اہم وجوہات تھیں اسے ہم بعد میں ذکر کرتے ہیں۔

اتنی بات تو واضح ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سیاسی بصیرت کے حامل، دور اندیشی رکھنے والے جہانِ دیدہ اور معاملہ فہم انسان تھے، آپ رضی اللہ عنہ محض یزید کی ذاتی کمزوریوں اور فسق وفجور کی شہرت کی وجہ سے بیعت سے انکار نہیں کر رہے تھے بلکہ نظام سیاست میں شورائیت سے موروثیت کی منتقلی کے خطرناک نتائج کو ایک عظیم مدبر کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے جس کے بد اثرات چند نسلوں کے بعد منفی انداز میں نظر آرہے تھے اس لیے شرعاً رخصت کے باوجود

عزیمت کی راہ پر چلتے ہوئے جان کی پرواہ کیے بغیر ایک مضبوط موقف کو اختیار کیا اور اسی پر اپنی جان دے دی۔

فائدہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد اس کے خلاف تھا تاہم حدیث مبارک کی روشنی میں اللہ کے ہاں دونوں ماجور ہیں، کوئی مطعون نہیں۔

واقعہ کربلا سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کو نقصان دہ سیاسی نظام سے بچا کر نفع مند سیاسی نظام دینے کا نظریہ اتنا اہم ہے کہ جس کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنے خاندان کی جان قربان کر دی۔

3: رجوع الی اللہ اور صبر و استقامت:

اللہ تعالیٰ نے مصائب و مشکلات کے وقت اپنی طرف رجوع کرنے اور صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سانحہ کربلا کی ہر مصیبت و مشکل میں اللہ کی طرف رجوع کیا ہے اور صبر واستقامت اختیار کی ہے بلکہ اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل قافلہ کو ہر موڑ پر صبر واستقامت اور رجوع الی اللہ کا درس دیا ہے۔

واقعہ کربلا سے معلوم ہوا کہ رجوع الی اللہ اور صبر واستقامت کا نظریہ اتنا اہم ہے جس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خود بھی آخر وقت تک عمل کیا ہے اور اپنے قافلے کو بھی اسی پر ڈٹے رہنے کا حکم دیا۔ قافلہ سادات کے بچ جانے والے افراد نے شہداء کربلا کو دیکھ کر بے صبری، جزع فزع، خود کو پیٹنے سے اجتناب کیا۔ جانے والوں کا نظریہ اور بچ جانے والوں کا نظریہ ایک ہی رہا اور وہ ہے رجوع الی اللہ اور صبر واستقامت۔

سیاسی نتائج:

سیاسی شعور قوم کی آزادی، خود مختاری اور ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم امہ میں سیاسی شعور کی بیداری کے لیے جو محنت اور اپنے عمل سے سیاسی اصلاحات کے نفاذ جو کوشش کی ہے اس کے نتائج آج تک دیکھے جارہے ہیں کہ

1: مسلمان ہر ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے کی طاقت رکھتا ہے۔

2: وقت کے یزید کو للکارتا ہے۔

3: حاکم وقت کی غلط پالیسیوں، جابرانہ فیصلوں اور ظالمانہ اقدامات کی مخالفت کا حوصلہ رکھتا ہے۔

دراصل یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا وہ سبق ہے جو حسینی مزاج کے حامل لوگ آج تک نہیں بھولے اور نہ ہی بھلا سکتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد کے مطابق سیاسی منظر نامے پر جن خوفناک نتائج کو دیکھ رہے تھے اس کے پیش نظر ممکن ہی نہیں تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔

بعض اصحاب نے یزید کی بیعت کیوں کی؟

باقی رہا بعض اصحاب کا یزید کی بیعت کر لینا تو اس کی درج ذیل اہم وجوہات یہ تھیں۔

1: یہ اصحاب اس معاملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے متفق تھے۔

:2 اپنے اجتہاد کے مطابق یزید کی بیعت کو اتحاد و اتفاق کا ذریعہ سمجھتے تھے اور بیعت نہ کرنے کو اختلاف و انتشار کا باعث قرار دیتے تھے۔

:3 بیعت کے وقت یزید کی شہرت وہ نہیں تھی جو سانحہ کربلا، واقعہ حرہ اور حصارِ کعبہ کے بعد بن گئی تھی۔ بعض ذاتی کمزوریوں کے باوجود وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور عظیم حکمران کا بیٹا تھا، اعلیٰ نسب شہزادہ تھا اور ایک سیاسی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اس لیے ان کے ہاں کچھ نیک امیدیں وابستہ کرنے کی گنجائش موجود تھی۔

:4 بعض حضرات کی بیعت رضاو رغبت والی نہیں تھی بلکہ امت مرحومہ کو خونریزی اور افتراق و انتشار سے بچانے کے لیے (بادلِ نخواستہ) تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان موجود ہے کہ

ان کان خیراً رضینا وان کان بلاء صبرنا۔

اگر یزید حکومت کا اہل ہے تو ہماری بیعت ٹھیک اور اگر نااہل ہے تو ہم امت کے وسیع تر مفاد میں اس پر صبر کریں گے (تاکہ امت میں اختلاف وافتراق اور انتشار پیدا نہ ہو)

تکوینی نتائج:

:1 سادات خاندان کی نیک نامی:

سیاست دین کا ایک ستون ہے، جو شخص اس سے وابستہ ہوتا ہے اس کے ماتحت لوگوں کے دینی مسائل، انتظامی امور اور سیاسی حقوق اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس میں ظلم، ناانصافی اور حق تلفی جیسے کئی بدنما عنوانات کی بدنامی کا خوف بھی دامن گیر رہتا ہے۔ حکمران صحیح نیت کے ساتھ بھی عوام کی

فلاح و بہبود کی خدمات سر انجام دیں تب بھی عوام ان کی تدابیر و مصلحتیں کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتے جس کی وجہ سے ان کے بارے میں باتیں بناتے ہیں، افواہیں اڑاتے ہیں اور الزامات لگاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور سادات گھرانے کی نیک نامی منظور تھی اس لیے تکویناً سانحہ کربلا کو تاریخ کا حصہ بنایا۔ جس کی وجہ سے سادات خاندان پر الزام تراشیوں کا سلسلہ شروع ہی نہ ہو سکا اور تاقیامت سادات خاندان کی نیک نامی اور عقیدت و محبت اہل ایمان کے دلوں میں رچ بس گئی۔

2: اعتقادی، عملی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت کی ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اس خاندان کو سیاستِ زمانہ سے الگ کر کے امت کی اعتقادی، فکری، عملی، روحانی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت وصلاح کے لیے مختص کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اطاعت والی عقیدت عطا فرمائے قیامت کے دن انہی کے محبین مخلصین میں ہمارا شمار فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 22 اگست، 2022ء